شیعوں کا شہادتِ علی المرتضیٰ پر جلوس نکالنا اور اہل سنت کا تنقید کرنا

پیشکش: صدائے قلب

22 رمضان المبارک 1441ھ بمطابق 16 مئی 2020ء

2020ء میں کرونا وائرس کی وجہ سے مساجد میں جماعت و جمعہ اور دیگر دینی اجتماعات پر پابندی لگائی گئی، میڈیا نے بھی دینی طبقہ کے خلاف خوب زہر اگلا۔ سندھ نے انسانی جانوں کی حفاظت کا نعرہ لگاتے ہوئے مساجد میں ہونے والی جماعت و جمعہ پر بہت زیادہ سختی کی، نمازیوں کی پٹائی بھی کروائی۔ لیکن رجب المرجب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یوم ولادت میں شیعوں کی پورے پاکستان میں مجالس کی ویڈیوز و اور تصاویر سوشل میڈیا پر عام ہوئیں جس میں ایک شیعہ ذاکر کا یہ کلپ بھی دیکھنے سننے کو ملا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اللہ وارث کہنے والوں پر پابندی ہے اور علی وارث کہنے والے مجالس کر رہے ہیں۔ اس تمام صورتحال میں دین کا درد رکھنے والے لوگوں نے حکومت بالخصوص سندھ کے وزیر مراد علی شاہ پر تنقید بھی کی کہ کرونا کیا مساجد کے لیے ہی رہ گیا ہے۔ جب صدر پاکستان نے علماء کے ساتھ مل کر مخصوص شرائط کے ساتھ تراویح و جمعہ کی اجازت دی تو مراد علی شاہ نے اس فیصلہ کو بھی تسلیم نہ کیا۔ لیکن اہل علم طبقہ جس نے شیعوں کی تاریخ پڑھی ہے وہ جانتا تھا کہ مراد علی شاہ کا لاک ڈاؤن صرف 21 رمضان سے پہلے تک ہے اور اکیس رمضان کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یوم شہادت پر شیعوں کو جلوس نکالنے کی اجازت مل جانی ہے۔

یہی ہوا کہ 21 رمضان کو پورے پاکستان میں جلوس نکالے گئے اگرچہ سرعام نہ تھے چپکے چپکے تھے اور میڈیا نے بھی ان کا ساتھ دیا کہ بظاہر خبروں میں یہ تاثر دیا کہ پورا پاکستان میں جلوس کو سِیل کر دیا گیا ہے اور میڈیا پر کسی بھی جلوس کو نہیں دکھایا لیکن سوشل میڈیا میں مختلف جگہوں سے جلوسوں کی تصاویر شیئر ہوئیں جن میں سندھ سر فہرست تھا، بلکہ ایک وزیر بھی جلوس میں کالے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا گیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے کہ پاکستان میں اہل سنت کی اتنی بھاری اکثریت ہونے کے باوجود ان کے ساتھ یتیموں والا سلوک کیا جا رہا ہے اور ان کو دن بدن دبایا جا رہا ہے اور باطل فرقے دندناتے پھرتے ہیں۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے پہلے قرآن پاک کی یہ آیت ملاحظہ ہو: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ﳕ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ترجمہ: اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔ (سورۃ المائدہ، سورۃ 5، آیت 51)

اس آیت کے تحت تفسیر خزائن العرفان میں ہے: " جو کافِروں سے دوستی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، حضرت ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ کا کاتب نصرانی تھا، حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ نصرانی سے کیاواسطہ ؟ تم نے یہ آیت نہیں سنی ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ ﴾ الایة، انہوں نے عرض کیا اس کا دین اس کے ساتھ ، مجھے تو اس کی کتابت سے غرض ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے انہیں ذلیل کیا تم انہیں عزّت نہ دو، اللہ نے انہیں دور کیا تم انہیں قریب نہ کرو۔ حضرت ابو موسٰی نے عرض کیا کہ بغیر اس کے حکومتِ بصرہ کا کام چلانا دشوار ہے یعنی اس ضرورت سے مجبوری اس کو رکھا ہے کہ اس قابلیّت کا دوسرا آدمی مسلمانوں میں نہیں ملتا۔ اس پر حضرت امیر المومنین نے فرمایا نصرانی مر گیا والسلام یعنی فرض کرو کہ وہ مر گیا اس وقت جو انتظام کرو گے وہی اب کرو اور اس سے ہر گز کام نہ لو یہ آخری بات ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان، سورۃ المائدہ، سورۃ 5، آیت 51)

قرآن کی اس آیت اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کو سامنے رکھ کر اگر شیعوں کے افعال کا جائزہ لیں تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ دن بدن جو شیعوں کو آزادی مل رہی ہے اور پورا میڈیا ان کو کوریج دیتا ہے ، اس کے پیچھے شیعوں کا احتجاج نہیں ہے کیونکہ احتجاج کرنا ایک ہمت کا کام ہے اور یہ ایک بزدل قوم ہے، تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ ، امام حسن و حسین سمیت دیگر کئی ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ غداری کی ہے۔ اماموں کو ساتھ دینے کی یقین دہانی کروا کے بعد میں ان کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جاتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ تاریخ کی جتنی بھی مسلمانوں اور کفار کے مابین جنگیں ہوئی ہیں ان میں اس قوم کا کوئی کردار نہیں بلکہ ہلاکو خان کو بغداد پر حملہ کرنے پر اکسانے والا بھی ایک شیعہ تھا۔

اس وقت شیعوں کو جو کرونا وائرس کے دوران بھی جلوسوں اور مجالس منعقد کرنے کی اجازت ملی ہے یہ ان شیعہ سیاسی لیڈروں (بالخصوص سندھ کے وزیر اعلیٰ اور دیگر وزرا) اور ان افسران کی طرف سے ہے جو پولیس اور دیگر سرکاری اداروں میں ہیں۔

قرآن و حدیث اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے یہی ثابت ہے کہ کفار کی طرح بدعقیدہ لوگوں کو اعلیٰ عہدے دے کر مسلمانوں پر مسلط نہ کیا جائے کہ یہ اپنے مذہب و عقیدہ کو تقویت دیں گے جیسا کہ آج ہم اپنی

آنکھوں سے شیعوں کی طرح قادیانیوں کو بھی دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح وہ دن بدن اپنے سرکاری افسران کے ذریعے فتنے پھیلا رہے ہیں۔

حکومت اور سرکاری اداروں میں شیعوں سے کئی گناہ اہل سنت کے افراد ہیں بلکہ اکثر جگہ شیعہ افسران اہل سنت ہی کے ماتحت ہیں، لیکن اہل سنت کی ایک تعداد ایسی ہے جو قرآن و سنت کی تعلیمات سے دور ہے، ان کے ذہن میں میڈیا اور لبرل مولویوں نے انسانیت کا نعرہ گھسا دیا ہے کہ ہر انسان سے پیار کرو چاہے وہ دوسرے انسان مسلمانوں کے گلے کاٹ رہے ہوں۔ ایک اہل سنت کا پڑھا لکھا طبقہ کلی طور پر فرقہ واریت سے ہی بد ظن ہے اور اہل سنت کو بھی ایک فرقہ قرار دے کر اس سے بھی بیزاری کا اظہار کر کے در حقیقت وہ گمراہوں کے لیے راہ ہموار کرتا ہے کہ ہم نے تو دین اسلام کی بہتری اور گمراہ عقائد کو روکنے کی کوشش نہیں کرنی تم اپنے باطل عقیدے زور و شور سے اور اپنے اثر و رسوخ سے عام کرتے رہو اور امت کو گمراہ کرو۔

اگر آج ہم اہل سنت کے تمام لوگ بشمول سیاسی لیڈر و افسران باطل عقائد کی روک تھام کریں، حکومت اور اس کے ادارے ہر اس عقیدے والے کے خلاف کاروائی کریں جو قرآن و سنت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے اور اس کی تبلیغ کرتا ہے اور عام عوام ان بد عقیدہ لوگوں کے بیانات سننے، ان سے خرید و فروخت کرنے، ان سے دوستی کرنے سے دور رہے تو یقین جانیں کہ فرقہ واریت بالکل ختم ہو جائے جیسا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان گمراہ لوگوں کا شد و مد سے رد کرتے تھے اور فرقہ واریت کو روکنے میں کامیاب رہتے تھے۔ امیر المومنین غیظ المنافقین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب صبیغ سے جس پر بوجہ بحث متشابہات بد مذہبی کا اندیشہ تھا بعد ضرب شدید توبہ لی اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمان بھیجا کہ مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں، اس کے ساتھ خرید و فروخت نہ کریں، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو نہ جائیں، مر جائے تو اس کے جنازے پر حاضر نہ ہوں۔ آپ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے اور وہ آتا سب متفرق ہو جاتے، جب موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض بھیجی کہ اب اس کا حال اچھا ہو گیا اس وقت اجازت فرمائی۔ چنانچہ امام دارمی، ابن عبد الحکیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام سے بیان کیا کہ صبیغ عراقی مسلمانوں کے مختلف گروہوں سے قرآن کی بعض اشیاء کے بارے میں سوال کرتا تھا (آگے چل کر کہا) حضرت عمر نے مجھ سے

چھڑی منگوائی اور اسے پیٹا حتیٰ کہ اس کی پشت کو زخمی چھوڑ دیا پھر مارا پھر چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ صحیح ہو گیا، پھر آپ نے دوبارہ اس کو مارا حتیٰ کہ وہ صحیح ہو گیا۔ پھر آپ نے اسے بلایا تا کہ پھر اس کی پٹائی کی جائے، تو اس نے کہا اے امیر المؤمنین ! اگر آپ مجھے قتل کرنا ہی چاہتے ہیں تو بہتر انداز میں قتل کیجئے اور اگر میرا علاج فرما رہے ہیں تو اللہ کی قسم اب میں درست ہوں۔ آپ نے اسے اپنے علاقے میں جانے کی اجازت دے دی اور ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ اسے مسلمانوں کی کسی مجلس میں نہ بیٹھنے دو۔ اس شخص پر یہ معاملہ گراں گزرا حتیٰ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمر کی طرف خط لکھا کہ آپ نے اس کی توبہ درست کر دی ہے، تو حضرت عمر نے لکھا کہ اب لوگ اسے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دے دیں۔

(سنن الدارمی، باب من هاب الفتیا و کره التنطع والتبدع، جلد1، صفحه254، حدیث150، دار المغني، السعودية)